ڈاکٹر نورین رزاق

اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

جدید اردو شاعری میں خطوں کا آشوب

Abstract:

A poet, simultaneously under the influence of internal and external environment and conditions fulfills the duties of herald. That is why, at present, poets have depicted various conditions of violation, destruction, unrest and disordering different areas of the world along with the expression of their delicate feelings. In this context, there has been a strong tradition of writing up city ruination before and after Meer and Sauda. In modern poetry, there is no such tradition but many forms of annihilation of consciousness become a part of modern poetry. Poets have versified the ruination of multihued cities regardless of their geographical boundaries. All these ruinations are manmade and man's fate as a result of violation of natural laws. This article will analyze all the destructions faced by people living in different areas of the world.

Keywords:

Herald, Ruination, Annihilation, Multihued, Cities

ابتدا سے ہی انسانی زندگی تغیرات و تضادات کا مجموعہ رہی ہے۔ مدنی زندگی میں آنے والے انقلابات کے زیرِ اثر مثبت رویوں کے ساتھ منفی تبدیلیوں کو سہنا آدمِ خاکی کا مقدر ہے۔ یہی حال ان شہروں، علاقوں اور خطّوں کا ہے جو انسان کے دم سے آباد اور کبھی اعمالِ انسانی اور خودغرضی کے ہاتھوں برباد ہوتے رہے ہیں اور ہوتے ہیں۔ اسی تباہی و بربادی کے نقوش اُجاگر کرنے کے لیے شاعری میں ایک باقاعدہ صنف شہر آشوب وجود میں آئی جس میں شعرا نے کسی مخصوص شہر کی پریشانی، بگاڑ اور گردشِ آسمانی کے نتیجے میں ہونے والی شکستہ حالی، فلاکت اور آفت رسیدگی کا ذکر کیا۔

شاعر باطنی اور خارجی ماحول اور کیفیات کے تحت پیامبری کا فرض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اس لیے کلاسیکی شعرا کے ہاں

شہرآشوب لکھنے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ میر وسودا سے ماقبل اور مابعد اس سلسلے کی ایک مضبوط روایت دیکھی جا سکتی ہے جس میں شہر اور عوام کی اقتصادی وسماجی بدحالی کے نمونے ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر قائم چاند پوری اور بہادر شاہ ظفر کی شاعری سے یہ دو مثالیں دیکھیے:

مردوں کے ہر طرف ہیں پڑے سیکڑوں اٹم — سسکے ہے کوئی راہ میں، نکلے کسی کا دم

اک ہاتھ سر کے نیچے رکھے، اک سر شکم — مانندِ چوب پاؤں میں خشکی سے پیچ و خم

چہرے کا ڈول فاقے کے اوپر گواہ ہے (۱)

جہاں ویرانہ ہے پہلے کبھی آباد گھریاں تھے

شغال اب ہیں جہاں رہتے کبھی بستے بشریاں تھے (۲)

جدید شاعری میں شہرآشوب کو بطور صنفِ شاعری لکھنے کی باقاعدہ روایت تو موجود نہیں ہے لیکن آشوبِ آگہی کی بہت سی صورتیں آج بھی شعر کا موضوع ہیں۔ عصرِ جدید کے شعرائے کرام نے جغرافیائی اور ارضی حدود سے بالاتر ہو کر مختلف خطّوں کے آشوب شاعری میں پیش کیے ہیں۔ یہ آشوب انسان کے اپنے منفی رویوں کی پیداوار نیز قدرتی آفات یا فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کے نتیجے میں انسان کی تقدیر بنے ہیں۔ بہر طور حیاتِ انسانی کے ان دکھوں کا جو بھی محرک ہو کسی بھی خطے کا آشوب وقتی تباہی و بربادی یا وقتی ہنگامے کا عرصہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے نسلیں متاثر ہوتی ہیں۔ بسا اوقات یہ دیرپا اثرات صدیوں تک موجود رہتے ہیں۔

اسلام کا ہمہ گیر دستورِ انسانیت کسی مخصوص خطۂ وطن کا درس نہیں دیتا بلکہ وحدت اور ارتباطِ باہمی کا متمنی ہے۔ اسی لیے اردو شعرا کا قلم قومی وملکی سطح سے بلند ہو کر بین الاقوامی مسائل اور ظلم وجور کو بے نقاب کرتا ہے۔ ان کی نظر اجتماعی سماجی رویوں پر ہے۔ مشرق میں فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم، ویت نام میں امریکی بربریت، جنوبی افریقہ میں جمہوریت کے علمبرداروں اور برطانوی سامراجیت کے افریقی حریت پسندوں پر ظلم، شطیلہ اور صابرہ میں اسرائیلی درندگی کے دیے ہوئے زخم، کشمیریوں پر کیا گیا جور یا مشرقِ وسطیٰ کی مجموعی صورت حال تاریخ انسانی کے انسانیت سوز یہ سانحے شعرا کا موضوع بنے ہیں۔ سیاسی اقتدار اور طاقت کا بے جا استعمال اک جنون کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جس کا ذکر شاعری میں جابجا ملتا ہے۔ شعرائے کرام نے اپنے مشترک شعور کی وجہ سے مختلف اقوام کے افراد کی ذہنی وجذباتی کیفیات کی ترجمانی کر کے اجتماعی بصیرت اور حساسیت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ دردمندی کے ہمہ گیر احساس نے شعرا کی تخلیقی فکر کو دائروں اور خطّوں کی قید سے آزاد کر دیا ہے۔ یہ اشعار ارضی حقائق اور واقعات کی بعینہٖ عکاسی کرتے ہیں اور اس ظلم وستم کی داستان ہیں جن کے سامنے انسانیت بے بضاعت محسوس ہوتی ہے۔ ان افکار کا براہِ راست، تشبیہ، استعارہ، اور علامت کے پیرائے میں اظہار کہیں طنز کی زیریں لہر اور کہیں ظاہری صورت کو ابھارتا ہے۔ شعرائے کرام نے خطّوں کے تغیر وتموج کو بلاتخصیص

کس طرح اُجاگر کیا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر طاہرہ نیئر لکھتی ہیں:

''آج بھی جب پاکستان کا شاعر الجیریا بانی نہ لکھنے پر اپنے آپ پر شعر حرام قرار دیتا ہے یا ارضِ فلسطین میں آگ اور خون کے کھیل پر آنسو بہاتا ہے۔ ویت نام کے حریت پسندوں کو سلام کرتا ہے، اریٹریا کی حالت زار کو محسوس کرتا ہے اور لوممبا کی جدوجہد کو اخلاقی سہارا دیتا ہے تو وہ دراصل شعور سے کام لیتا ہے جو اس کی قومی روایات، تعلیمات طرزِ فکر اور طریق عمل کے خمیر سے تیار ہوا۔ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی ہونے والے ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے، مظلوموں کی حمایت کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ اس کی قوم کی روایت اور اس کی تاریخ کا درس یہی ہے یعنی رنگ ونسل، علاقہ ومرز بوم کی تفریق کیے بغیر، خیر کی حمایت اور شر کی نفی کرنا ایک عالمگیر اور آفاقی رویہ ہے۔''(۳)

شعرائے کرام کے نزدیک مختلف خطّوں میں پیدا ہونے والے آشوب کے متعلق لکھنا اور احتجاج کرنا ان کا فرض ہے اس لیے کہ یہ غم مشترک ہے:

بے بس بے ہتھیار کلا نے بھیجا ہے پیغام
جو نہ لکھے الجیریا بانی اس پر شعر حرام (۴)

وہ ہیروشیما ہو، ویتنام ہو کہ بٹ مالو
کہیں بھی ظلم ہو آنکھ اشکبار اپنی ہو
وہ ماؤ ہو کہ لوممبا، سکارنو ہو کہ فیض
سبھی کے لوح و قلم عظمتِ بشر کے نقیب
سب ایک درد کے رشتے میں منسلک بسمل
سبھی ہیں دور نظر سے سبھی دلوں کے قریب
جکارتہ و سراندیپ سے پشاور تک
سبھی کا ایک ہی نعرہ سبھی کی ایک صلیب (۵)

اسی حساسیت اور انسانی ہمدردی کے جذبے نے تمام انسانوں کو ایک بندھن میں باندھ رکھا ہے۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔ ڈاکٹر مظفر عباس لکھتے ہیں:

''پاکستانی جدید تر نسل کے شاعروں کے کلام کو بجا طور پر روحِ عصر کا نقیب کہا جا سکتا ہے۔معاصر صورت حال کا ادراک اور تفہیم ان کی شاعری میں بہت نمایاں ہے۔اکیسویں صدی کی دنیا گلوبل ولیج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے لہٰذا اب ان کی اڑان صرف اپنے خطّے تک محدود نہیں ہے۔دنیا کے کسی بھی مقام پر رونما ہونے والا واقعہ اب ان کی شاعری کا موضوع بن سکتا ہے۔اسی لیے فلسطینی انتقاضہ نائن الیون، افغانیوں پر امریکی یورش، اسرائیلی جارحیت، کشمیر میں ہندوستانی مظالم اور اب حال ہی میں عراق پر امریکی یلغار اور عالمی دہشت گردی پاکستان کی جدید شاعری کے اہم موضوعات میں شامل ہیں۔''(۶)

ویت نام کی صورتِ حال، اسرائیل کی جارحیت اور لبنان سے کشیدہ تعلقات کی وجہ سے حالات نے جو بھیانک رُخ اختیار کیا شعرائے کرام نے اس کا نقشہ جس دلسوزی کے ساتھ پیش کیا ہے دیکھیے:

ہوا لبنان میں وہ حشر برپا
زمیں خونِ شہیداں سے ہے رنگیں (۷)

یہ کس نگر کے سپوت ہیں
جو دیارِ انگار میں کھڑے ہیں
یہ کون بے آسرا ہیں
جو تیغِ قاتلاں سے
کٹی ہوئی فصل کی طرح
جا بجا پڑے ہیں۔۔۔
محل سراؤں میں خوش مقدر شیوخ چپ
بادشاہ چپ ہیں
حرم کے سب پاسبان چپ ہیں
منافقوں کے گروہ کے سربراہ چپ ہیں
تمام اہلِ ریا کہ جن کے لبوں پہ ہے
لاالہٰ چپ ہیں (۸)

فاتحین بیروت کو مخاطب کر کے لکھی گئی یہ نظم بھی ملاحظہ کیجیے:

تمھارے اوجِ تہذیب و ثقافت کا
زمانہ معترف ہے
اور میں بھی معترف ہوں
صرف یہ ننھا سا شکوہ ہے

کہ تم بے خانمانوں کے کلیجوں میں اترتی برچھیوں کو تو عجائب گھر میں
فن کارانہ اندازِ تناسب سے سجاتے ہو
مگر چھلنی کلیجے بھول جاتے ہو (۹)

امریکہ کے حیات کُش اقدامات نے افغانستان اور عراق میں جو قہر نازل کیا ہے شعرا نے ایسے انسانوں کی پتا دردمندی سے سنائی ہے۔ جہاں غیر یقینی صورت حال میں محبت کی بساط لٹ چکی ہے۔ در و دیوار پر تیرگی کا قبضہ ہے اور ہدف انسانی زندگی ہے۔ افغانستان پر روسی یلغار کے چھٹے سال پر لکھی گئی خورشید رضوی کی نظم 'افغانستان کے لیے ایک نظم' اور معین نظامی کی نظم 'بغداد کا نوحہ' سے یہ مثالیں دیکھیے:

لو چھٹے سال کی چلمن بھی گری تیرہ و تار
حیرتِ گُنگ مری بول اٹھی آخرِ کار
اپنی آنکھوں سے جو دیکھ تو نظر آتی ہے
ایک ناراست ترازو سرِ میدانِ وفا
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عدل کی میزان بپا
اس ترازو کا وہ عالم ہے بقولِ شاعر
''جس طرح تنکا سمندر سے ہو سرگرمِ ستیز
جس طرح تیتری کہسار پہ یلغار کرے'' (۱۰)

مجھے سلمان کی مٹی سے نسبت ہے
حسن بصری کے حجرے کے کبوتر میرے بچے ہیں
غزالی کے قلم کی روشنائی میرا غازہ ہے---
عروسِ قریہ ہائے امن ہوں
ناپاک غارت گر
مری حُرمت پہ حملے کر رہے ہیں
اور مری چادر کو تاتاری درندے
تیروں اور نیزوں سے چھلنی کرتے جاتے ہیں (۱۱)

کشور ناہید کی نظم 'جلتے دمشق و بصرہ کی بجھتی آوازیں' کا یہ حصہ دیکھیے:

اُٹھو امّاں!

آج ہماری بستی کی دیوار نہ در
نہ کوئی گھر ہے
نہ کوئی کھیت نہ چمنی باقی
نہ کوئی بال نہ بچی باقی
نہ کوئی دیا نہ بتی باقی۔۔۔
لاشوں کے ڈھیروں سے اُٹھو
اپنی گود کے پالوں کو دفنانے اُٹھو
خون میں ڈوبا سارا بصرہ کیا لگتا ہے
یہ تو بتاؤ (۱۲)

ویت نام اور کشمیر کی صورت حال کو واضح کرتی ہوئی یہ شعری مثالیں بھی ملاحظہ کیجیے جن میں بلا جھجک اور بے خوف و خطر اقوام عالم کا ضمیر جھنجوڑنے کی کوشش ہے اس لیے کہ نسل آدم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے والے ظالم تو اپنے ہاتھ خوں سے رنگے ہوئے ہیں مگر ان مظالم پر خاموش رہنے کا مطلب درحقیقت ظلم کا ساتھ دینا ہے:

جو قدم بڑھ گئے کب وہ پیچھے ہٹے
اور بڑھتے گئے اور بڑھتے گئے
ان رہوں میں نہیں ویت نام اور کشمیر ہی
ایسے قریے بھی تھے جن کو تاریخ بھی
نام اب تک نہیں دے سکی (۱۳)

۔۔۔کہ کل کی تاریخ
نسلِ آدم سے یہ بھی پوچھے گی
اے مہذب جہاں کی مخلوق
کل ترے روبرو یہی بے ضمیر قاتل
ترے قبیلے کے بے گناہوں کو
جب تہہِ تیغ کر رہا تھا
تو تُو تماشائیوں کی صورت
خموش و بے حس
درندگی کے مظاہرے میں شریک
کیوں دیکھتی رہی۔۔۔

بتا کہ اس ظلم کیش قاتل کی تیغ برّاں میں
اور تری مصلحت کے تیروں میں
فرق کیا ہے؟ (۱۴)

فلسطین کی جدوجہد آزادی کے حوالے سے اردو شعرا نے بہت کچھ لکھا ہے۔اسرائیل نے اس علاقے پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔فلسطینی اسرائیلی جیلوں میں اسیر ہیں۔اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین بارہا اٹھایا گیا لیکن فلسطین پر غاصبانہ تسلط آج تک برقرار ہے۔شعرا نے فلسطینیوں کے بہتے لہو اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو موضوع بنایا ہے۔شعرا ان مظلوموں کی تیرہ نصیبی پر ماتم کرتے دکھائی دیتے ہیں۔اس سفاک ظلمت سے تو شقی سے شقی قلب بھی پسیج جانے چاہئیں لیکن اقوام عالم خاموش تماشائی ہیں اس لیے شعرا کے قلم سے لکھی گئی یہ شاعری شاعری نہیں بلکہ فریاد ہے:

دھواں ہے خون ہے چیخیں ہیں اور لاشیں ہی لاشیں ہیں
ستم کی آندھیوں میں ظلم کے طوفان میں جاؤ
کیے ہیں غاصبوں نے ظلم وہ اہلِ فلسطین پر
قیامت کا سماں ہے خانۂ جبران میں جاؤ (۱۵)

ارضِ فلسطین، ارض فلسطین اے گہوارۂ علم و تمدن
تہذیبوں کے ساحل پر بسنے والے اے ننھے طائر
استبداد کا پنجۂ خونیں کب سے تیرے دل میں گڑا ہے
کب سے پھڑک رہے ہیں بازو
کب سے لہو رستا جاتا ہے (۱۶)

فلسطین کے حوالے سے فیض احمد فیض کی یہ نظم بھی ملاحظہ کیجیے جس میں کسی ایک بچے کا الم نہیں بلکہ یہ ہر فلسطینی بچے کا آشوب ہے کہ جس کی آنکھ خواب، ماں کی نرم گود، باپ کی شفیق مسکراہٹ، بہن کا پیار اور بھائی کا تحفظ چھن گیا:

مت رو بچے
رو رو کے ابھی
تیری امی کی آنکھ لگی ہے
۔۔۔کچھ ہی پہلے
تیرے ابّا نے اپنے غم سے رخصت لی ہے

۔۔۔تیرا بھائی
اپنے خواب کی تتلی پیچھے
دور کہیں پردیس گیا ہے۔۔۔تیری باجی کا ڈولا پردیس گیا ہے۔۔۔
تیرے آنگن میں مردہ سورج نہلا کے گئے ہیں
چندرما دفنا کے گئے ہیں (۱۷)

کشمیر کے ابتر حالات کی دستاویزیں شعری صورت میں جابجا اردو شاعری کا حصّہ بنی ہیں۔ بھارت نے انگریزوں اور کانگریسی رہنماؤں کی ریشہ دوانیوں کی مدد سے کشمیر پر جو قبضہ کیا تھا وہ آج تک برقرار ہے۔اس غاصبانہ قبضے کی وجہ سے بہت سے کشمیری جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ بھارت کشمیریوں کی پرُامن جدوجہد کو دہشت گردی سے تعبیر کرتا ہے۔ بھارت کے مقبوضہ کشمیر پر ہونے والے مظالم کے باوجود عالمی برادری خاموش ہے۔کشمیر کا حُسن ماند پڑ گیا ہے۔کشمیر جسے جنت نظیر کہا جاتا ہے اس کے حسن کو مسخ کرنے والے عناصر اور ظلم و بربریت کے حوالے سے اردو کے بہت سے شعرا نے قلم اٹھایا ہے۔ یہ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

اہل حشمت کی یہ قبریں یہ شکستہ کاخ وکو
زنگ خوردہ اسلحہ،ٹوٹے ہوئے جام وسبو
ہڈیاں مزدور کی ہیں اور کسانوں کا لہو
جس کھنڈر کو دیکھ کر اے دوست افسردہ ہے تو
یہ خرابہ ہے خدا کی بہترین تعمیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا (۱۸)

یہ لپکتے ہوئے شعلے یہ ٹپکتا ہوا خون
زندگی لرزہ براندام ہوئی جاتی ہے
بربریت کسی قانون کی پابند نہیں
آدمیت ہے کہ بدنام ہوئی جاتی ہے
مرے باغات،مری ڈل مرے میٹھے جھرنے
ظلم کی گرم ہواؤں میں جھلس جائیں گے
مجھ کو محسوس یہ ہوتا ہے کہ مہلت پا کر
حرص کے سانپ مرے حُسن کو ڈس جائیں گے (۱۹)

ارض کشمیر کی دل نشیں وادیو!۔۔۔

کل لہورورہی تھی صبا،کل گھٹاؤں کے آنچل تھے شعلہ فگن
کل تمھاری بہاروں کے پیغام بر،لالہ وگل تھے خونیں کفن
کل زمین وزماں کے حسین خواب لوٹے گئے (۲۰)

بوسنیا،صومالیہ اورافریقہ سمیت بہت سے خطے ایسے ہیں جہاں تخریب نے گلستان کے ہر رنگ کوظلم کی سیاہی سے ڈھانپ دیا ہے۔نشیمن جل گئے ہیں،خون ہے،دھواں ہے،چیخیں اور لاشیں ہیں۔بوسنیا،صومالیہ،اورافریقہ پر شاعر کی دل گرفتگی کے یہ مناظر ملاحظہ کیجیے:

سنو!موت کا نغمہ سنو،سیاہ خون کی موت کا نغمہ سُنو
ہاتھ رکھو!افریقہ کی بجھتی ہوئی نبضوں پر
ایفریقا کے بجھتے ہوئے دل پر ویران بستیوں پر
بجھ رہا ہے بستیوں میں سورج چاند مہینوں نہیں نکلتا
موسم روٹھ گئے ہیں
ایک ہی موسم ہے اس سرزمیں پر
موت کا موسم،موت کا ان حد موسم (۲۱)

میں کبھی غم تھی،مجسم غم
بوسنیا میں روتی بلکتی عورتوں کو
دیکھنے سے پہلے
میں کبھی عورت تھی
مسلسل رونے سے پاگل ہوئی،بے لباس
بے پرواہ،بے حواس،پتھرائی ہوئی عورتوں کو دیکھنے سے پہلے
میں کبھی بھوک تھی روانڈا میں اپنا ہی بول وبراز کھاتی
صومایہ میں اونٹوں کی کھال بھنبھوڑتی انسانیت کو دیکھنے سے پہلے (۲۲)

پاکستانی شعرانے اپنے خطۂ زمیں کے المیے بھی شعر کا موضوع بنائے ہیں۔سقوط ڈھاکہ پاکستان کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔اس آشوب نے جس طرح عوام کو متاثر کیا اوراس کے جیسے دوررس اثرات مرتب ہوئے اس کی مثال دیکھیے:

آج کھیتوں میں نفرت کی فصلیں اُگیں
میرے اپنے درختوں کی شاخیں صلیبیں بنیں
میرے بچوں کو کیسی امانت ملی
خوں میں لتھڑا ہوا یہ سیہ پیرہن

میری نسلوں کو میری وراثت ملی (۲۳)

پاکستانی شعرائے کرام نے یوں تو عمومیت کا پیرائیہ اختیار کرتے ہوئے تمام انسانوں کے مسائل پر لکھا ہے تاہم پاکستان کے شہروں اور عوام کے بعض آشوب خصوصیت کے ساتھ موضوعِ سخن بنے ہیں۔ کراچی اور لاہور شہر کی خراب صورت حال پر بہت سے شاعروں نے لکھا ہے:

شہر کے رنگ جو سبز تھے پہلے
اب جل کر سب زرد ہوئے ہیں
شہر کے جو رنگ سرخ تھے پہلے
اب جل کر سب زرد ہوئے ہیں
شہر کے جو رنگ سرخ تھے پہلے
اب وہ پیلے زرد ہوئے ہیں
شہر کا چہرہ زرد ہوا ہے
شہر کی آنکھیں زرد ہوئی ہیں
شہر کا جسم اب زرد ہوا ہے
شہر کا شہر اب زرد ہوا ہے (۲۴)

مذکورہ بالا تمام امثال وہ ہیں جن میں انسان دوسرے انسان کے استحصال اور جبر کی مختلف صورتوں کا ذمہ دار ہے لیکن کائنات میں انسان نے بہت سے وہ آشوب بھی دیکھے ہیں جو قدرتی آفات مثلاً سیلاب اور زلزلے وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوئے ذیل میں اس کی چند مثالیں درج کی جا رہی ہیں:

کہیں تو جلتی دھوپ میں دیکھوں چلتے پھرتے سائے
اور کہیں سیلاب میں بہتے برتن بستر دیکھوں (۲۵)

میں کہ خوش ہوتا تھا دریا کی روانی دیکھ کر
کانپ اٹھا ہوں گلی کوچوں میں پانی دیکھ کر (۲۶)

بستی کے سب مکاں خس و خاشاک ہو گئے
اور پھول سے بدن بھی وہاں خاک ہو گئے
اجڑے چمن کو اور اجاڑیں گی بارشیں
موسم کے سارے روپ ہی سفاک ہو گئے (۲۷)

مذکورہ بالا آشوب کسی خاص خطے، شہر یا ملک کی تباہی و بربادی کا باعث بنے لیکن حالیہ دنوں میں کرونا وائرس کے حوالے سے جس بحران نے جنم لیا ہے اس سے دنیا کا کوئی خطہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ اس وبا نے مذہب، مسلک، عمر اور جغرافیائی حد بندیوں سے ماورا ہو کر تمام انسانیت کو متاثر کیا ہے۔ یہ عالمی برادری کا وہ مشترکہ دکھ اور آشوب ہے جس کے سامنے تیسری دنیا کے مما لک کے ساتھ ساتھ ترقی یافتہ ملکوں کی حکومتیں اور عوام بھی بے بس نظر آتے ہیں۔ اس عالمگیر وبا نے ایسی سنگین تر صورتِ حال پیدا کی ہے کہ ہر ذی روح کرب میں مبتلا ہے۔ جسمانی ایذا کے علاوہ نفسیاتی مسائل میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ایک عالمگیر تنہائی انسان کا مقدر بن گئی ہے۔ یہ وہ آشوب ہے جس کے خاتمے کے بھی کوئی صورت اور امید تا حال نظر نہیں آ رہی۔ شعرائے کرام نے اس آشوب کے حوالے سے بھی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر فخر الحق نوری اور محمود شام کی شاعری سے یہ دو مثالیں ملاحظہ کیجیے:

تھکتے نہیں تھے ملنے سے جو صبح و شام لوگ
کرنے لگے گریز وہ بالالتزام لوگ
کچھ امتیاز غالب و مغلوب میں نہیں
یکساں وبائے عام میں ہیں خاص و عام لوگ (۲۸)

عجیب درد ہے جس کی دوا ہے تنہائی
بقائے شہر ہے اب شہر کے اجڑنے میں (۲۹)

پوری دنیا میں غیر انسانی اور تشدد آمیز واقعات دراصل ہوسِ اقتدار اور ہوسِ زر کا نتیجہ ہیں۔ دوسری طرف قدرتی آفات نے بھی انسان کے دکھوں میں اضافہ کیا ہے۔ ہر خطّے اور علاقے کی تاریخی، سیاسی اور سماجی حیثیت مختلف ہے لیکن مشترک رشتہ انسانیت کا ہے۔ اس لیے شاعروں کے نزدیک انسان کی توقیر اہم ہے۔ شعرا نے حقوق کی پامالی اور غاصبانہ رویے جہاں بھی دیکھے خواہ مسلم علاقے ہوں یا غیر مسلم خطّے ظلم کے خلاف قلم اٹھایا ہے ایسے میں پیمانہ؟ ضبط چھلک جاتا ہے۔ ان آشوبوں پر چپ رہنا بے حسی کی علامت ہے۔ اس کے لیے بیداری کی ضرورت ہے۔ مسلم اُمّہ کا چپ رہنا بھی ایک

آشوب ہے اس چُپ رہنے پر بھی شاعر نوحہ کناں ہیں۔ اس ناہمواری کی براہِ راست ترجمانی میں کہیں حسرت اور رقت آمیزی ہے کہیں نااُمیدی اور کہیں رجائیت برقرار رہتی ہے۔ شعرا نے ایک ہی واقعے کو مختلف انداز میں شعر کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ بعض شعرا کے ہاں عمومیت اختیار کرنے کی بجائے واقعاتی پس منظر کے مطابق اشعار کہے گئے ہیں۔ دوسرا رویہ عمومیت کے پیرائے میں کسی خصوصی واقعے کا بیان ہے۔ یہ ماتمی آوازیں اور آشوبِ حقیقت علامتوں، استعاروں اور کنایوں کے پردے میں سنائی دیتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ قائم چاند پوری، کلیاتِ قائم ،جلددوم،(لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۵ء)،مرتبہ اقتدا حسن،ص۶۱

۲۔ بہادرشاہ ظفر،کلیات ظفر ،جلددوم،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۴ء)،ص۶۹۸

۳۔ طاہرہ نیئر، اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار،(کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۹ء)،ص۵۵۔۵۶

۴۔ جمیل الدین عالی، دوھے،(کراچی: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی،۲۰۰۳ء)،ص۱۰۴

۵۔ احمد فراز،'افریشیائی ادیبوں کے نام'،مشمولہ:شہرِ سخن آراستہ ہے،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز)، ۲۰۰۹ء)،ص۳۳۷

۶۔ مظفر عباس،،اُردو میں قومی شاعری،(لاہور: گوہر پبلی کیشنز، س۔ن)،ص۹

۷۔ حبیب جالب، کلیات حبیب جالب،(لاہور: طاہر سنز پبلشرز،۲۰۱۰ء)،ص۲۳۴

۸۔ احمد فراز،'بیروت'،مشمولہ: شہر سخن آراستہ ہے،ص۱۰۲۳۔۱۰۲۴

۹۔ احمد ندیم قاسمی،'فاتحین بیروت سے'،مشمولہ: ندیم کی نظمیں،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۶ء)،ص۵۰

۱۰۔ خورشید رضوی،'افغانستان کے لیے ایک نظم'،مشمولہ: یکجا،(لاہور: الحمد پبلی کیشنز،۲۰۲۱ء)،ص۱۱۶

۱۱۔ معین نظامی،'مجھے بغداد کہتے ہیں'،مشمولہ: چار مجموعے،(لاہور: دارالنعمان پبلشرز،۲۰۱۸ء)،ص۸۹-۹۰

۱۲۔ کشور ناہید،'جلتے دمشق و بصرہ کی بجھتی آوازیں'،مشمولہ: دشتِ قیس میں لیلیٰ،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)،ص۱۱۰۸

۱۳۔ ادا جعفری،'میراث آدم'،مشمولہ: موسم موسم،(کراچی: اکادمی بازیافت،۲۰۰۲)،ص۱۶۰

۱۴۔ احمد فراز،'ویت نام'،مشمولہ: شہر سخن آراستہ ہے،ص۴۵۲۔۴۵۳

۱۵۔ حبیب جالب، کلیات حبیب جالب،ص۲۲۷

۱۶۔ فہمیدہ ریاض،'ارض فلسطین'،مشمولہ: سب لعل و گہر،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۱ء)،۳۷۸

۱۷۔ فیض احمد فیض،'فلسطینی بچے کے لیے لوری'،مشمولہ: نسخہ ھائے وفا،(لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن)،ص۶۳۷

۱۸۔ حفیظ جالندھری،'تصویرِ کشمیر'،مشمولہ: کلیات حفیظ جالندھری،(لاہور: الحمد پبلی کیشنز،۲۰۰۵ء)،مرتب: خواجہ محمد زکریا،ص۷۰۹

۱۹۔ قتیل شفائی،'کشمیر'،مشمولہ: رنگ، خوشبو، روشنی،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۲ء)،ص۱۲۹

۲۰۔ ادا جعفری، ’اندوہ گیں وادیو!‘، مشمولہ: موسم موسم، ص۲۷۰

۲۱۔ تبسم کاشمیری، ’آج مرادل افریقا ہے‘، مشمولہ: پرندے پھول تالاب، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)، ص۵۱۵

۲۲۔ کشور ناہید، ’یورپ میں نہ پگھلنے والی نظم‘، مشمولہ: دشتِ قیس میں لیلیٰ، ص۱۲۰۱

۲۳۔ ادا جعفری، ’کوئی پیاں نہیں‘، مشمولہ: موسم موسم، ص۳۷۵

۲۴۔ تبسم کاشمیری، ’نوحے تخت لاہور کے‘، مشمولہ: پرندے پھول تالاب، ص۱۷۹

۲۵۔ باقر نقوی، دامن، (کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۴ء)، ص۲۰۱

۲۶۔ شہزاد احمد، دیوار پہ دستک، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)، ص۳۴۳

۲۷۔ فاطمہ حسن، فاصلوں سے ماورا، (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، ص۱۲۷

۲۸۔ فخر الحق نوری، بحوالہ:

https//:www.youtube.com/user/raiimranzafar

۹۲۔ محمود شام، بحوالہ:

https//:www.dw.com/